ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

قمر تسکین کی تاریخی ناول نگاری

Qamar Taskin's Historical Novel Writing

شعیب احمد
پی ایچ۔ڈی سکالر، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، بہاول پور کیمپس
پروفیسر ڈاکٹر نواز کاوش
صدر شعبہ اُردو، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، بہاول پور کیمپس

Shoaib Ahmad
Ph.D Scholar,National College of Business Administration & Economics, Bahawalpur Campus
Prof. Dr. Nawaz Kawish
Head, Department of Urdu, National College of Business Administration & Economics, Bahawalpur Campus

Article Details
Received:
February 28, 2026
Accepted:
March 16, 2026
Online Published:
March 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The Urdu novel emerged under the influence of English literature and gradually developed into various forms, among which the historical novel holds a significant place. Qamar Taskeen is regarded as an important historical novelist in the tradition of Urdu fiction. This article critically examines the intellectual and artistic dimensions of his historical novels. It particularly focuses on his Islamic historical novels including Zainab, Turk Mard-e-Maidan, Jahan Ara, Shamsheer-e-Islam, Sher-e-Misr, Muhammad Ali Pasha, Ghulam Badshah, and Mujahideen-ul-Jazair. The study explores his narrative technique, characterization, historical consciousness, portrayal of Islamic heroes, and artistic presentation of historical events. It also highlights how Qamar Taskeen combines history with fiction to create a meaningful literary experience for readers. Through this analysis, an attempt has been made to determine his literary status and contribution to the tradition of Urdu historical novel writing.

Key words: Urdu novel, significant place, Turk Mard-e-Maidan, Shamsheer-e-Islam, Sher-e-Misr

قمر تسکین کا شمار اردو ادب کی قد آور شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان کو یہ مقام ان کے رومانوی یا معاشرتی ناولوں کی بجائے اسلامی ناولوں کی وجہ سے ملا ہے۔ انھوں نے تاریخ کے ان حوالوں کو امر کیا ہے جن سے دوسرے تاریخی ناول نگاروں نے اجتناب برتا ہے۔ اسی طرح ان ناولوں کو تحریر کرنے کے لیے جن جن تاریخی کتب سے انھوں نے استفادہ کیا ہے ان کا نام بطور حوالہ ناول کے آغاز میں درج کر دیا ہے۔ ذیل میں ان کے تاریخی ناولوں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قمر تسکین کا تاریخی ناول ''زینب'' ۱۵ ستمبر ۱۹۵۶ء میں قطب مینار پبلشرز نے لاہور سے چھپا تھا۔ اس کو دوسری مرتبہ دوسرے عنوان کے تحت چھپوایا گیا تھا۔ اس کا دوسرا عنوان ''ترک مرد میدان'' ہے جو کہ مکتبہ القریش نے ۱۹۸۷ء میں چھاپا تھا۔ اس ناول کے دو مختلف عنوان ہیں لیکن کہانی ایک ہی ہے۔ ''زینب'' یا ''ترک مرد میدان'' ان کا ایسا ناول ہے جس میں انھوں نے ترکوں کے ان غیور اور بہادر فوجیوں کی داستان کو پیش کیا ہے جنھوں نے بہت کم جنگی وسائل کے ساتھ روس کی ٹڈی دل فوج کا سامنا کیا تھا۔ یہ اس دور کی کہانی ہے جب سلطنت عثمانیہ آخری سانس لے رہی تھی۔ اس کے مختلف حصوں میں شورشیں جنم لے چکی تھیں۔ سلطان عبدالحمید بے بسی کا شکار تھے۔ انہیں اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کے مسائل کا سامنا تھا۔ ان کی قوم کے افراد ان کے خلاف ہو چکے تھے۔ وہ ان کو پایہ تخت سے ہٹا کر ایک ایسا نظام متعارف کروانا چاہتے تھے جو مغرب کی طرح مادر پدر آزادی پر قائم ہو۔ سلطان اس عمارت کی آخری اینٹ تھا جس کے کھینچے جانے کے بعد سلطنت عثمانیہ کا فلک بوس محل زمین دوز ہو گیا تھا۔ مغرب اس وقت مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید پر اپنی چکا چوند روشنیاں ڈال چکا تھا۔ ان علاقوں کی عوام ان کی تہذیب اور ترقی سے متاثر ہو کر ان کو کھلے دل سے خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ اس وقت سلطنت عثمانیہ میں جہاں غدار تھے وہاں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اس سلطنت کی بقا کے اور حفاظت کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار تھے۔ ان میں غازی عثمان پاشا سر فہرست ہیں۔ اس دور میں روس درہ دانیال پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ درہ دانیال نہ صرف اس دور میں بھی بلکہ ہر دور میں ایک مضبوط اور اہم آبی گزر گاہ رہی ہے۔ روس کی شدید خواہش تھی کہ وہ درہ دانیال کو اپنے قبضے میں رکھے جس سے اس کا رابطہ زمین کے دو بڑے خطوں کے ساتھ جڑا رہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لیے اس نے سب سے پہلے ۱۷۰۹ء میں حملہ کیا تھا۔ لیکن اس وقت میں انہیں خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہوئے تھے۔ اس کے بعد بھی انھوں نے مختلف ادوار میں حملے جاری رکھے۔

> ''تمہارے بزرگ عمر پاشا نے ۵۶۔۱۸۵۴ء میں عثمانی خلافت کی
> ہمسایہ سلطنتوں کو لوہے کے چنے چبوا دیے تھے۔ شمن آج اس کے
> نام سے کانپتا ہے۔ تم بھی اسی عمر پاشا کے جانشین ہو۔''(۱)

روس کا سلطنت عثمانیہ پر آخری حملہ ۱۸۵۳ء میں ہوا تھا۔ تمام جنگوں میں روس کو شدید عسکری اور مالی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ روس چونکہ یورپ کا سب سے بڑا ملک تھا۔ اس لیے اسے اپنی انا کا مسئلہ در پیش تھا۔ جس بنا پر وہ پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ ۱۸۵۳ء میں روس نے ترکی کے بڑے بڑے فوجی عہدے داروں کو دولت کی طاقت سے خرید لیا تھا۔ دریائے ڈینوب کے تمام قلعوں کے فوجی آفیسرز نے ان کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا تھا۔ روسی فوج ان علاقوں کو فتح کرنے کے بعد سیدھی پلونا شہر کی طرف پلٹی۔ پلونا کو اس وقت خاص اہمیت حاصل تھی۔ وہاں کا راستہ سیدھا استنبول جا نکلتا تھا۔ جہاں درہ دانیال تھا۔ پلونا کے نزدیک جب روسی فوج پہنچی تو غازی عثمان پاشا نے اپنی زبردست عسکری حکمت عملی کی بنا پر محض چالیس ہزار فوج کے ساتھ روس کے جدید ہتھیاروں سے لیس لاکھوں فوجیوں کو پیچھے جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے اپنی جذباتی تقریر کے بل بوتے پر اپنی فوج کے حوصلے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیے تھا۔ انہیں ملک و قوم کی حفاظت اور شہادت جیسے عظیم رتبے کے متعلق ایسے بتایا کہ تمام فوج اس جذبے سے سرشار ہو کر بھوک کے ساتھ یوں لڑتی رہی جیسے وہ تازہ دم ہوں۔ غازی عثمان پاشا نے پانچ ماہ تک مسلسل روسی فوج کو اس شہر کے باہر روکے رکھا۔ ان کے پاس سلطنت عثمانیہ کے کسی حصے سے بھی امداد نہیں پہنچ رہی تھی۔ انھوں نے سلطان کو بہت خط لکھے کہ اسے مدد دی جائے لیکن کہیں سے شنوائی نہ ہوئی۔ آخر کار آلات حرب کی کمی کی وجہ سے اسے اپنے باقی ماندہ فوج اور عوام کے ساتھ استنبول کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ راستے میں ان

کی عیسائی فوج دستوں کے ساتھ کئی جھڑپیں ہوئیں۔ ان کی ٹانگ پر گولی لگی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ امان کی علامت کو لہرائیں۔ روسی فوج نے نہ صرف ان کو امن دی بلکہ ان کی شجاعت اور بلند حوصلے کو بھی سراہا۔ وہ انہیں واپس پلونا لے گئے جہاں سے انہیں پیٹرزبرک روانہ کیا گیا۔ وہاں زاروس نے ان کی بہترین عسکری حکمت عملی اور کم آلات حرب کے باوجود ڈٹے رہنے کے جذبے کو سراہا۔ زاروس کی شدید خواہش تھی کہ وہ اس کے پاس رہ جائیں لیکن انھوں نے اپنے ملک اور قوم کو فوقیت دی اور واپس ترکی لوٹ گئے تھے۔ اس ناول کے دیگر موضوعات میں سلیم آفندی کی غداری، عشق و محبت، عیسائی رعایا کی سلطنت عثمانیہ کے ساتھ غداری، ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے مالی امداد اور مسلمانوں کا جاسوسی نظام شامل ہیں۔

قمر تسکین کا ناول ''جہاں آراء'' قطب مینار پبلشرز لاہور سے ۱۹۶۷ء میں چھپ کر منظر عام پر آیا تھا۔ اس ناول کو دوسری مرتبہ ''شمشیر اسلام'' کے نام سے ۱۹۸۷ء میں مکتبہ القریش سے شائع کیا گیا تھا۔ ان دونوں ناولوں میں مرکزی کرداروں کے نام تبدیل ہیں لیکن واقعات کی ترتیب ایک ہی ہے۔ اس میں نہ کہانی کو چھیڑا گیا ہے اور نہ ہی اس کی ترتیب کو آگے پیچھے کیا گیا ہے۔ اس ناول میں عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے دارالحکومت کے سیاسی مسائل کو پیش کیا ہے۔ وہ بیرونی مسائل کے ساتھ اندرونی مسائل کا بھی شکار تھا۔ رومی اور مجوسی اس کی سلطنت کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ زرتشوں میں افشین اس کا بڑا دشمن تھا۔ جو ہمدرد کے روپ میں اس کی فوج کا سپہ سالار بنا ہوا تھا۔ وہ بابک خرمی کے ساتھ مل کر منصوبہ بناتا اور باب خرمی اپنی سلطنت کے آس پاس کے مسلمان علاقوں پر بھرپور حملے شروع کر دیتا تھا۔ سلطان ہر بار اس کی سرکوبی کے لیے افشین کو بھیجا کرتا تھا۔ لیکن خوب دولت سمیٹنے کے بعد افشین اور بابک خرمی کی باہمی رضامندی سے جنگ بند ہو جاتی تھی۔ آخری بار جب بابک خرمی نے مسلم علاقوں پر حملے کیے اور افشین مسلسل کئی دنوں کے محاصرے کے باوجود اس کو شکست نہیں دے سکا تھا تو معتصم باللہ نے ناصر کو بھیجا جس نے بابک خرمی کو شکست دی۔ شکست کے بعد بابک خرمی بھاگ گیا تھا۔ جب اسے پکڑ کر واپس لایا گیا تو بادشاہ نے اس کو نشان عبرت بنا دیا۔ جب افشین کا راز کھلا تو اسے قید خانے میں بند کر دیا گیا جہاں وہ بھوک پیاس کی حالت میں مر گیا۔ ناصر خلیفہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ ناصر کو اس بات کا علم بہت بعد میں جا کر ہوا لیکن خلیفہ اس بات سے بالکل بے خبر تھا۔ اس ناول میں قمر تسکین نے عشق و محبت کے موضوع کو بے جا طوالت دی ہے۔ ناول کا اصل موضوع ناول کے چوتھے حصے میں شروع ہوتا ہے۔ بے جا عشق و محبت کو طوالت قاری کی طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔ رومیوں اور مجوسیوں کے ساتھ ہونے والی لڑائیاں بھی عشق و محبت ہی کا محرک دکھائی دیتی ہیں۔ بابک خرمی نے ناصر کی محبوبہ ساحرہ کو اٹھوالیا جب ناصر کو اس بات کا علم ہوا تو ناصر قلعہ پر حملہ کرنے کے بعد اس حصے کی طرف گیا جہاں عورتوں کو رکھا گیا تھا لیکن ساحرہ پہلے ہی وہاں سے عیسائی علاقوں کی طرف بھیج دی گئی تھی۔ ناصر خلیفہ کو اس قلعے پر حملے کا مشورہ دیا جہاں ساحرہ موجود تھی۔ اس ناول کے دیگر موضوعات میں عربوں کے ساتھ خلیفہ کی بدسلوکی اور نقل کعبہ کی تعمیر، آتش کدوں کا سیاسی استعمال، اولاد کے ساتھ غیر مساوی سلوک، ترک سپاہیوں کی بربریت اور ہارون الرشید کی سفاکی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح معتصم باللہ کو درپیش سیاسی مسائل بھی اس ناول کا اہم موضوع ہیں۔

> ''چند برس گزرے۔ معتصم باللہ نے مسند خلافت پر بیٹھ کر اپنے
> گردو پیش پر نظر دوڑائی تو اسے معلوم ہوا کہ ایرانی ہر طرف
> چھائے ہوئے ہیں اور وہ ایرانیوں کے رحم و کرم پر ہے۔''(۲)

قمر تسکین کا اسلامی تاریخی ناول ''محمد علی پاشا'' کے عنوان سے نیازی پبلشرز نے لاہور سے شائع کیا۔ یہی ناول بعد میں ''شیر مصر'' کے عنوان سے چھپا۔ قمر تسکین کا ناول ''شیر مصر'' ۱۹۸۶ء میں چھپ کر منظر عام پر آیا تھا۔ اسے مکتبہ القریش نے شائع کیا۔ اس ناول میں محمد علی پاشا کی بہادری اور قوم پرستی کو پیش کیا گیا ہے۔ محمد علی پاشا کوئی خاندانی بادشاہ نہیں تھا۔ بلکہ اس کا جنم مچھواروں کے گھر ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اس کی پیدائش سے قبل خواب دیکھا جس میں اس نے محمد علی پاشا کو بطور باشاہ دیکھا تھا۔ اس خواب کی تعبیر اس کی ماں نے کسی عمر رسیدہ نجومی عورت سے پوچھی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کا لڑکا ایک دن بادشاہ بنے گا۔ جب وہ بھرپور جوان ہوا تو اس خواب کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ جب فرانس نے مصر پر قبضے کی غرض سے حملہ کیا تب سلطنت عثمانیہ نے اپنے آزاد کردہ غلام خسرو پاشا کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا۔ خسرو پاشا کو خلیفہ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ وہ آس پاس کی ریاستوں سے امدادی دستے منگوا کر فرانس پر بھرپور حملہ کرے اور ساتھ ہی مصر کو مملوکوں کی بالادستی سے بھی آزاد کرادے۔ خسرو پاشا نے قریبی ریاستوں میں سے حسان شورنجی کو بھی خط لکھا کہ وہ اس کے بیٹے کے ہمراہ محمد علی پاشا کو بھی بھیج دے۔ اس سے قبل خسرو پاشا اور محمد علی پاشا کے درمیان نوک جھونک ہو چکی تھی۔

> ''محمد علی مارے غصے کے آپے سے باہر ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی
> تلوار کو بے نیام کرے لیکن اس کی نظر ان راہنماؤں پر پڑی جو
> سپاہیوں کے ہمراہ آرہے تھے۔ اب محمد علی کا ہاتھ رک گیا۔''(۳)

جب محمد علی پاشا کو اس بات کا علم ہوا اس نے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد میں اسے معلوم ہوا تھا کہ یہی موقع اس کے خواب کو تکمیل دلوا سکتا ہے۔ اس نے خسرو پاشا کے ساتھ مل کر مملوکوں کو شکستیں دیں اور بعد میں مملوک دستوں کے ساتھ مل کر خسرو پاشا کو شکست دے کر مصر پر اپنی خود مختار باشاہت قائم کر لی۔ اس کے علاوہ اس ناول میں عشق و محبت، تاتاریوں کا گزشتہ خوف و ہراس اور فرانس کی دور اندیشی جیسے موضوعات شامل ہیں۔

''غلام بادشاہ'' بھی قمر تسکین کا تاریخی ناول ہے اس کا سن اشاعت ناول پر موجود نہیں ہے۔ اسے رابعہ بک ہاؤس نے شائع کیا تھا۔ اس ناول میں انھوں نے ہندوستان کی اسلامی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مرکزی کردار قطب الدین ایبک ہے۔ قطب الدین ایبک ابھی کم سن تھا۔ وہ نسلاً ترک تھا۔ اسے کسی سوداگر نے اٹھا کر ایران کی انسانی منڈی میں فروخت کر دیا تھا۔ اسے امام فخر الدین عبدالعزیز نے خریدا تھا۔ امام نے اس کی تربیت اس کی سگی اولاد کی طرح کی تھی۔ امام کے پاس رہ کر اس نے تعلیم کے ساتھ آلات حرب کا استعمال بھی اچھی طرح سیکھ لیا تھا۔ امام کی وفات کے بعد اس کی اولاد نے اسے آگے بیچ دیا۔ یوں غزنی میں اس کا خریدار سلطان شہاب الدین غوری بنا۔ جس نے اس کی جنگی حکمت عملی کو جلد ہی پہچان لیا تھا۔ سلطان نے اسے اپنی فوج میں ایک دستے کی کمان سونپ دی۔ قطب الدین ایبک کے ہمراہ سلطان نے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا اور تراش کا قلعہ فتح کرنے کے بعد قلعے کا انتظام قطب الدین ایبک کے سپرد کیا وہ خود غزنی لوٹ گیا۔ سلطان کے جانے کے بعد قطب الدین ایبک نے آس پاس کے علاقوں کو فتح کیا۔ دہلی، میرٹھ اور موجودہ علی گڑھ کی فتح کے بعد اس نے قنوج کی فتح کا سوچا۔ وہاں چونکہ ہندوؤں کی تمام شکست خوردہ افواج اکٹھی تھیں۔ قنوج پر حملے سے پہلے قطب الدین ایبک نے سلطان شہاب الدین غوری کو امداد کے لیے خط لکھا تھا۔ سلطان کے آنے کے بعد مسلمانوں کی متحدہ فوج نے مل کر قنوج پر حملہ کیا اور قنوج کو فتح کر لیا۔ قنوج کی فتح کے بعد سلطان مال غنیمت کے ساتھ واپس غزنی لوٹ گیا اور ہندوستان کا تمام تر کنٹرول قطب الدین ایبک کے ہاتھ آ گیا۔ وہ چاہتا تو اتنے بڑے مفتوحہ علاقے میں نئی فوج تیار کر کے سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند

کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے آزادی کے باوجود وفاداری کا ثبوت دیا۔ سلطان کی وفات کے بعد اسے ہندوستان کی بادشاہت ملی۔ یوں ہندوستان میں پہلی باقاعدہ اسلامی سلطنت کا آغاز ہوا۔ جسے تاریخ میں سلطنت غلاماں کے نام سے جانا جاتا ہے۔

> ''سلطان محمد غوری نے رحلت کی تو اس کے ہاں کوئی اولادِ نرینہ
> ایسی نہ تھی جو اس کی جگہ لے سکتی۔ گزشتہ حالات اس کے شاہد
> تھے اور اس سے سب لوگ واقف تھے کہ سلطان محمد غوری کی
> خواہش یہ تھی کہ ہندوستان میں قطب الدین ایبک کی حکمرانی ہو،
> غالباً اسی وجہ سے سلطان محمد غوری نے رسمی طور پر قطب الدین
> ایبک کو ہندوستان میں اپنا وائسرائے مقرر کیا تھا اور اسے ملک کا
> خطاب بھی دیا تھا۔''(۴)

اس ناول میں اسلامی مساوات کی بہترین مثال موجود ہے۔ غلام جسے قبل از اسلام بنیادی حقوق حاصل نہیں تھے اسلام نے انہیں ان کے حقوق دلوائے۔ انہیں حقوق کی بنیاد پر غلاموں کی بہترین حکمت عملی کی وجہ سے تاریخ اسلام میں انہیں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دینے کا موقع ملا۔ قطب الدین ایبک اس کی عمدہ مثال ہے۔ اس طرح کی مثالیں اسلام کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتیں۔ اس ناول میں عشق و محبت، ہندوؤں کی بدعہدی، مندروں کا سیاسی استعمال، قیدیوں کے ساتھ انسانی سلوک اور پنڈتوں کا ہندو عوام میں مسلمانوں کے متعلق غلط افواہیں پھیلانا وغیرہ شامل ہیں۔

''مجاہدین الجزائر'' بھی قمر تسکین کا تاریخی ناول ہے۔ اسے نیازی پبلشرز نے لاہور سے چھاپا تھا۔ اس ناول میں قمر تسکین نے خطہ الجزائر کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے لیے ان کی قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس ناول میں ہمیں فرانس کا منافق رویہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ الجزائر ایسا خطہ تھا جہاں مختلف نسلوں کے لوگ وقت کے ساتھ آباد ہوئے تھے۔ اس علاقے پر مختلف فوجوں نے اپنی حکومت قائم کرنے کا ارادہ کیا لیکن الجزائری ان حکومتوں کو ٹکنے نہیں دیتے تھے۔ جب مسلمانوں نے وہاں حملہ کیا اور اسے اپنی اجارہ داری میں شامل کیا تو الجزائریوں نے مسلمانوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو باقیوں کے ساتھ کرتے آئے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے انہیں اسلام کی بنیاد تعلیم کے متعلق بتایا اور انہیں دعوت اسلام دی۔ یوں الجزائر کے بربری قبیلے جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام الجزائر میں پھیل گیا۔ موسیٰ بن نصیر نے ان کو ملا کر الجزائر کے آس پاس کے علاقوں کو بھی فتح کر لیا۔ فرانس نے جب الجزائر پر قبضہ کیا تھا اس وقت الجزائر سلطنت عثمانیہ کے قبضے میں تھا۔ اس وقت وہاں کا گورنر حسین پاشا تھا۔ فرانس نے قحط کے دنوں میں الجزائری یہودیوں سے غلہ لیا تھا لیکن انہیں رقم نہیں دی تھی۔ حسین پاشا نے انہیں خط لکھا تھا کہ وہ یہودیوں کی رقم واپس کریں۔ یہ بات جب فرانسیسی سفیر کے روبرو کی گئی تو اس نے پاشا سے کہا کہ اس کا خط بھی باقی پاشاؤں کی طرح ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا۔ یہ سن کر پاشا نے اسے زوردار تھپڑ مارا تھا۔ اس کے بعد فرانس کو موقع ملا اور اس نے الجزائر پر چڑھائی کر دی اور اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

> ''فرانس اور الجزائر کے سمجھوتہ کی رو سے عنابہ اور طیر قبہ کے
> مابین مختلف ساحلوں پر آزادانہ تجارت ہو رہی ہے، سجایہ کے
> وسطی حصے میں بھی فرانسیسی تجارت کر رہے ہیں۔''(۵)

الجزائر کے تمام قبیلوں نے سید عبد القادر کے ساتھ مل کر فرانسیسیوں کا مقابلہ کیا اور کئی علاقے ان کی بالا دستی سے چھڑا لیے تھے۔ آہستہ آہستہ تمام قبیلے ان کا ساتھ چھوڑ گئے اور انہیں مجبوراً مراکش جا کر پناہ لینا پڑی۔ دوسری مرتبہ دوبارہ قبیلوں نے انہیں وفاداری نبھانے کا وعدہ کیا اور وہ ان کی ایما پر وہاں آئے۔ فرانس نے بربری قبیلوں کو بھاری رقم دے کر اپنا وفادار بنالیا۔ یوں پھر انہیں مراکش کا رخ کرنا پڑا لیکن اس وقت مراکش پر فرانسیسیوں کا قبضہ تھا۔ مراکش نے انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ آخر کار انھوں نے ہتھیار ڈال کر فرانسیسی فوج سے پناہ مانگی۔ انہیں کچھ سال قید میں رکھنے کے بعد دمشق اس عہد کے ساتھ بھیجا گیا کہ وہ کبھی دوبارہ الجزائر کا رخ نہیں کریں گے۔ ان کے جانے کے بعد الجزائر مکمل طور پر فرانسیسیوں کے قبضے میں آچکا تھا۔ انھوں نے وہاں کی عوام پر بہت ظلم کیا۔ ان کی زرخیز زمینیں چھین لیں۔ ان کی عزتوں کو پامال کیا گیا۔ ان تمام مظالم کے باوجود وہاں کی عوام نے آزادی کی جدوجہد کو جاری رکھا اور آخر کار ۱۹۶۲ء میں فرانس کو ملک سے باہر نکال دیا۔ اس ناول میں دیگر موضوعات میں الجزائر میں نو آبادیات، الجزائر میں عیسائیت کا پرچار، عشق و محبت، غیر ملکی آزادی پسند تحریک کا مثبت رد عمل اور مظلوم عوام پر ظلم و ستم شامل ہیں۔

قمر تسکین کے تاریخی ناولوں کا فنی جائزہ:

پلاٹ دراصل واقعات کی منطقی ترتیب کا نام ہے۔ ناول نگار اپنی فکر کے مطابق ناول میں بیان کیے جانے والے واقعات کو ترتیب دے کر ناول میں کہانی بیان کرتا ہے۔ ناول کو طویل کرنے کے لیے اس میں مرکزی موضوع کے ساتھ دوسرے واقعات کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ یہ واقعات ناول میں جان ڈال دیتے ہیں۔ قمر تسکین کے تمام ناولوں کے پلاٹ بڑے جاندار اور دلچسپ ہیں۔ ناول کے تمام واقعات باہم جڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے ناول کی کہانی میں کہیں بھی جھول نظر نہیں آتا۔ ناول ''غلام بادشاہ'' کا مرکزی پلاٹ قطب الدین ایبک جیسے غلام کے جنگی کارناموں پر مشتمل ہے۔ ''شمشیر اسلام'' کا مرکزی پلاٹ خلیفہ معتصم باللہ کے دور خلافت کی بغاوتوں کو کچلنے پر مشتمل ہے۔ ''شیر مصر'' کا مرکزی پلاٹ محمد علی پاشا کی حب الوطنی اور جنگی کارناموں پر مشتمل ہے۔ ''مجاہدین الجزائر'' کا مرکزی پلاٹ الجزائر کے مقامی باشندوں کی جدوجہد آزادی اور غیرت و محبت پر مشتمل ہے۔ ''ترک مرد میدان'' کا مرکزی پلاٹ غازی عثمان پاشا کی بہادری اور سلطنت ترکیہ کے زوال پر مشتمل ہے۔

کردار ناول کی جان ہوتے ہیں۔ کرداروں کے ذریعے ناول کی کہانی آگے بڑھتی ہے۔ کرداروں کی حرکات اور سکنات کے ذریعے ان کے اچھے برے کی پہچان کا علم ہوتا ہے۔ قمر تسکین کے ناول چونکہ تاریخی ناول ہیں اس لیے ان میں کرداروں کی بھرمار ہے۔ ان کے ناولوں کے چند اہم کرداروں کا ذکر کرتے ہیں۔ ''غلام بادشاہ'' میں مرکزی کردار قطب الدین ایبک کا ہے۔ اس کے علاوہ معاون کرداروں میں سلطان محمد غوری، کمال الدین سرقندی، راجکماری رتن بائی اور ہرچند رائے وغیرہ کے کردار شامل ہیں۔ ''مجاہدین الجزائر'' میں سید عبد القادر کا کردار مرکزی کردار ہے۔ اس کے علاوہ ایلن اور کئی اور کردار شامل ہیں۔ ''شمشیر اسلام'' کے مرکزی کرداروں میں ناصر اور ساحرہ ہیں۔ ان کے علاوہ معتصم باللہ، افشین اور بابک خرمی وغیرہ کے کردار شامل ہیں۔ ''ترک مرد میدان'' میں غازی عثمان پاشا کا کردار مرکزی ہے۔ اس کے علاوہ عارف، زینب، زاروس اور خلیفہ عبد المجید وغیرہ کے کردار ہیں۔ ''شیر مصر'' میں محمد علی پاشا کا کردار مرکزی کردار کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس کے علاوہ عثمان بک، خسرو پاشا، مراد بک، اس کی بیوی نفیسہ اور جوہرہ وغیرہ کے کردار شامل ہیں۔

ناول میں زمان و مکان بھی خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ناول نگار ناول میں جس دور کی کہانی بیان کرتا ہے اسی دور کی تہذیب و ثقافت کو پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ قمر تسکین نے اپنے ناول میں تاریخی کہانیاں بیان کی ہیں۔ ان میں پیش کیے

جانے والے زمان و مکان بھی وہی ہیں جس دور کی کہانیاں ہیں۔ مکالمے کہانی کی جان ہوتے ہیں۔ مکالموں کے ذریعے کرداروں کی نفسیات کا علم ہوتا ہے۔ اس حوالے سے قمر تسکین کو اپنے فن پر ملکہ حاصل ہے۔ اس نے کہانی کے کرداروں کے مطابق ان سے مکالمے ادا کروائے ہیں۔ غلام بادشاہ میں انھوں نے مغلوب ہندوؤں کے مکالمے کچھ اس طرح بیان کروائے ہیں:

"ایک ہندو نے دوسرے ہندو سے کہا۔۔۔ "یہ بات ذرا عجیب سی
معلوم ہوتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں پٹ گئے ہیں۔"(۶)

اسلوب سے مراد اندازِ بیان ہے۔ ناول کا اسلوب ناول نگار کی شخصیت پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اپنے ناول کا انداز بیان سادہ رکھتا ہے یا مسجع مقفیٰ۔ قمر تسکین کے ناولوں کا اسلوب سادہ اور رواں ہے۔ اس میں انھوں نے ضرب المثل، کہاوتیں اور تشبیہ استعارے کا بڑا عمدہ استعمال کیا ہے۔ قاری کو مطالعے کے دوران کہیں پریشانی نہیں آتی۔

منظر نگاری تحریروں میں خوب صورتی پیدا کرتی ہے۔ ایک بڑے ادیب کی پہچان ہے کہ جہاں وہ اپنے ناول میں ناول کے باقی فن کا استعمال کرتا ہے وہاں وہ منظر نگاری کا بھی خاص خیال رکھتا ہے۔ منظر نگاری قاری کے ذہن پر بڑا اثر ڈالتی ہے اور قاری ناول کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ قمر تسکین نے بھی اپنے تمام تاریخی ناولوں میں منظر نگاری کے بڑے عمدہ مرقعے چھوڑے ہیں۔ منظر نگاری کے ساتھ ساتھ جزئیات نگاری بھی تحریروں میں جان ڈالتی ہے۔ قمر تسکین ناول "شمشیر اسلام" میں ایک جگہ جزئیات نگاری کا استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گلے میں آسمانی رنگ کی قبا تھی۔ کمر میں زرد پٹکا تھا جس پر کاشانی
مخمل کی ملائی پٹی بندھی تھی اور اس پٹی سے مرصع کار دستہ کی
ایک اصفہانی تلوار لٹکی ہوئی تھی۔"(۷)

تکنیک: مختلف تکنیکوں کے ذریعے ناول نگار ناول میں مختلف واقعات بیان کرتا ہے۔ قمر تسکین نے اپنے ناولوں میں بہت ساری تکنیکوں کا استعمال کیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی تکنیک سادہ بیانیے کی تکنیک ہے۔ انھوں نے اپنے تمام تاریخی ناولوں میں اس تکنیک کا استعمال بڑے احسن طریقے سے کیا ہے۔ قمر تسکین نے اردو ناول نگاری کی روایت میں نہ صرف نئے موضوعات کو متعارف کروایا بلکہ اردو ادب کے قارئین کو تاریخ کے ایسے گمنام ہیروز سے آشنا بھی کروایا جن سے تاریخ، اس سے پہلے بے خبر تھی، اسی طرح ان مشاہیر کے ذکر کے لیے ناول نگار کو خود بھی متعدد کتب کو کھنگالنا پڑا۔ یوں ان کے ناول اردو کی اسلامی تاریخی ناول نگاری کی روایت میں اہم قرار پاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ قمر تسکین، ترک مرد میدان، لاہور، مکتبہ القریش، اگست ۱۹۸۷ء، ص: ۵۴
۲۔ قمر تسکین، شمشیر اسلام، لاہور، مکتبہ القریش، ۱۹۸۷ء، ص: ۷۵
۳۔ ایضاً، ص: ۱۳۵
۴۔ قمر تسکین، غلام بادشاہ، لاہور، رابعہ بک ہاؤس، س۔ن، ص: ۲۶۸
۵۔ قمر تسکین، مجاہدین الجزائر، لاہور، نیازی پبلشرز، س۔ن، ص: ۱۲۸

۶۔ قمر تسکین، غلام بادشاہ، لاہور، رابعہ بک ہاؤس، س۔ن، ص:۱۸،۱۷
۷۔ قمر تسکین، شمشیر اسلام، لاہور، مکتبہ القریش، ۱۹۸۷ء، ص:۱۷

References in Roman Script:

1. Qamar Taskin, Turk Mard-e-Maidan, Lahore, Maktaba al-Quraish, August 1987, p. 54
2. Qamar Taskin, Shamsheer-e-Islam, Lahore, Maktaba al-Quraish, 1987, p. 75
3. Ibid., p. 135
4. Qamar Taskin, Ghulam Badshah, Lahore, Rabia Book House, s.n., p. 268
5. Qamar Taskin, Mujahideen Algeria, Lahore, Niazi Publishers, s.n., p. 128
6. Qamar Taskin, Ghulam Badshah, Lahore, Rabia Book House, s.n., pp. 17–18
7. Qamar Taskin, Shamsheer-e-Islam, Lahore, Maktaba al-Quraish, 1987, p. 71